بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی☆

عہدِ رسالت میں مواخاۃ کا ادارہ

اور معاشرے پر اس کے اثرات

اسلامی اخوت کا ایک اہم اور مثالی مظہر مواخاۃ ہے جس کا تذکرہ سیرت کی عام کتب میں ملتا ہے۔ عام طور پر مواخاۃ کا ذکر اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ یہ محض انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں ان دونوں طبقوں کے درمیان گہرا رشتۂ اخوت استوار ہو گیا تھا۔ ہمارے بعض سیرت نگار حضرات نے اس کے معاشی پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل مواخاۃ میں ملحوظ رکھا تھا۔

لیکن اگر مواخاۃ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے اور ان حالات و اسباب کے پس منظر میں اس کا جائزہ لیا جائے جن میں یہ عمل وجود پذیر ہوا تھا تو اور بہت سے دُوسرے پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر و بصیرت میں کس قدر وسعت و گہرائی تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مواخاۃ کا عمل دو مرتبہ پیش آیا۔(۱) پہلی مرتبہ مواخاۃ مکہ مکرمہ میں کرائی گئی، یہ مواخاۃ ان لوگوں کے درمیان کرائی گئی تھی جو اسلام قبول کر چکے تھے، ان میں زیادہ تر لوگ مکہ مکرمہ ہی میں رہنے والے تھے لیکن کچھ ایسے حضرات بھی تھے جو

☆ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

حبشہ، فارس اور دیگر دور دراز علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔

مکی زندگی میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا خواہ ان کا تعلق سرزمین مکہ سے تھا یا بیرون مکہ سے وہ مختلف قبائل اور گھرانوں کے ایک ایک دو دو افراد تھے، ان میں صاحب ثروت لوگ بھی تھے اور غریب و نادار بھی۔ قریش جیسے سیاسی و معاشی طور پر مستحکم قبیلے کے لوگ بھی تھے اور دیگر نسبتاً کمزور قبائل کے لوگ بھی۔ چونکہ مختلف قبائل کے اکا دکا لوگ تھے اس لئے انہیں حلقہ اسلام میں داخل ہونے کا یہ خمیازہ بھگتنا پڑتا تھا کہ اپنے ہی خاندان کی دشمنی مول لینا پڑتی تھی۔ اپنے گھر والے ہی منہ موڑ لیتے تھے۔ رشتہ دار اور احباب نہ صرف قطع تعلق کر لیتے بلکہ سخت رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے خلاف ظالمانہ کاروائیاں کرنے لگتے، قبائلی نظام میں خاندان کی سرپرستی اور ضمانت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ سرپرستی اور تحفظ کی ضمانت ختم ہو جائے تو اس سے جو خلا پیدا ہوتا ہے یا عدم تحفظ کا جو احساس پیدا ہوتا ہے وہ بہت سے معاشرتی مسائل جنم دیتا ہے، اس صورت حال میں یہ لوگ اپنے آپ کو تنہا تنہا محسوس کرنے لگتے تھے۔ مصائب و ابتلا کے دور میں یہ احساس شدت سے ابھر رہا تھا کہ کوئی ان کا قریبی دوست ایسا ہوتا جس سے وہ اپنا حال دل کہہ سکیں، کوئی ایسا شریک غم ہوتا جس کے سامنے اپنا غم ہلکا کر سکیں۔ خونی رشتوں کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے جس انس و محبت اور تعلق کے فقدان کا احساس ہو رہا تھا وہ کسی طرح ختم ہو جائے۔

یہ ایک معاشرتی مسئلہ تھا جسے حل کرنا ضروری تھا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا مسئلہ بھی درپیش تھا جو اس سے بھی زیادہ اہم تھا۔ وہ مسئلہ ان غلاموں کی تعلیم و تربیت کا تھا جو اسلام قبول کر کے مسلم معاشرے کا حصہ بن گئے تھے لیکن علمی اور فکری طور پر وہ بہت پیچھے تھے۔ ان کی ذہنی سطح بھی بہت پست تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں معاشرے میں کبھی بھی انسانیت کے مقام پر فائز نہیں سمجھا گیا، نہ ہی انہیں کبھی ایسے مواقع مہیا کئے گئے تھے جس میں وہ علم و تربیت کی طرف متوجہ ہو سکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ غلاموں کی تمام صلاحیتوں کو اجاگر کر کے انہیں معاشرے میں انسانیت کے قابل احترام مقام پر لایا جائے، تاکہ ان کی ان صلاحیتوں سے معاشرے کو استفادے کا موقع ملے جو اللہ تعالیٰ نے ان میں ودیعت رکھی ہوئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مسئلوں کو حل کرنے کے لئے اسلام قبول کرنے والے بھائیوں کے درمیان مواخاۃ کرائی، محمد بن حبیب (م ۲۴۵ھ) نے مکہ مکرمہ کی مواخاۃ

کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

آخی بینھم علی الحق والمواساۃ و ذالک بمکۃ۔(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے درمیان باہمی ہمدردی و تعاون کی بنیاد پر مواخاۃ کرائی اور یہ مواخاۃ مکہ مکرمہ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔

یہ مواخاۃ مندرجہ ذیل افراد کے درمیان کرائی گئی تھی۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارثہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام) کے درمیان۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے درمیان۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے باہم۔

حضرت الزبیر بن العوامؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان۔

حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اور حضرت بلال بن رباحؓ کے درمیان۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے باہم۔

حضرت عبیدۃ بن الجراحؓ اور حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ کے درمیان۔

حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کے درمیان (۳)

اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ان لوگوں کے درمیان تو مواخاۃ کرادی ہے، میں رہ گیا ہوں میرا بھائی کون ہوگا؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔(۴) حضرت علیؓ تو پہلے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور آپ ہی ان کی کفالت فرمایا کرتے تھے اس لئے شائد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ ضرورت محسوس نہ کی ہو، بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماکر کہ میں تمہارا بھائی ہوں، حضرت علیؓ کی دلجوئی فرمائی۔

دوسری مرتبہ مواخاۃ مدینہ منورہ میں ہجرت کے تقریباً پانچ ماہ بعد انصار و مہاجرین کے مابین کرائی گئی، اس مواخاۃ کا آغاز حضرت انس بن مالکؓ کے گھر سے ہوا۔ حضرت انسؓ کے گھر پر جو مواخاۃ منعقد ہوئی اس میں ان انصار و مہاجرین کو آپس میں بھائی بھائی بنایا گیا جو اس وقت وہاں موجود تھے، بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا، جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نہ کسی انصار کا بھائی بنا دیتے تھے۔ مورخین اور سیرت نگار پینتالیس اور پچاس

مہاجرین کا ذکر کرتے ہیں، جنہیں اتنے ہی انصار کے ساتھ اس رشتے میں وابستہ کر دیا گیا تھا، اس طرح تقریباً پچاس مہاجر خاندان پچاس انصاری خاندانوں کے ساتھ رشتۂ مواخاۃ میں منسلک ہو گئے تھے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پینتالیس یا پچاس مہاجرین اور پینتالیس یا پچاس انصار وہ تھے جن کے درمیان اجتماعی طور پر حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں مواخاۃ کرائی گئی تھی۔ بعد میں اکا دکا خاندان آتے رہے اور ان کے درمیان بھی یہ عمل کرایا جاتا رہا، اس لئے کہ تاریخ و سیرت کی کتب میں اس سے کہیں زیادہ اسماگرامی ملتے ہیں جن کے مابین مواخاۃ کرائی گئی تھی۔ چنانچہ ابن ہشام نے سولہ مہاجرین اور سولہ انصار کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔(۵) بلاذری نے انساب الاشراف میں بائیس انصار اور بائیس مہاجرین کے ناموں کو ذکر کیا ہے۔ البتہ وہ بعض مورخین کی اس رائے کا ذکر کرتے ہیں کہ انصار و مہاجرین میں کوئی بھی ایسا نہیں بچا تھا جو سلسلہ مواخاۃ میں منسلک نہ کر دیا گیا ہو۔(۶) یہ رائے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ جن مقاصد کے حصول کے لئے مواخاۃ کرائی گئی تھی ان کے لئے سب ہی کا اس میں شریک ہونا ضروری تھا۔

سیرت نگار اور مورخین نے انصار و مہاجرین کے ناموں کو جمع کیا ہے، ابن حبیب نے چھپن انصار اور چھپن مہاجرین کے نام ذکر کئے ہیں۔(۷) ابن سید الناس نے پینتالیس انصار اور پینتالیس مہاجرین کے ناموں کا احاطہ کیا ہے۔(۸) کچھ ناموں میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ اگر تمام ناموں کو اکٹھا کیا جائے تو تقریباً پینسٹھ انصار اور پینسٹھ مہاجرین کے اسمائے گرامی ملتے ہیں، اس طرح کل ایک سو تیس انصار و مہاجرین کے ناموں کو مورخین نے محفوظ کیا ہے۔ اہل علم کی دلچسپی کے لئے کچھ مشہور صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی دیئے جارہے ہیں۔

۱۔	حضرت ابو بکر صدیقؓ	حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیرؓ
۲۔	حضرت عمر فاروقؓ	حضرت عتبان بن مالکؓ
۳۔	حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	حضرت سعد بن الربیعؓ
۴۔	حضرت عثمان بن عفانؓ	حضرت اوس بن ثابتؓ
۵۔	حضرت ابو عبیدۃ بن الجراحؓ	حضرت سعد بن معاذؓ
۶۔	حضرت الزبیر بن العوامؓ	حضرت سلمہ بن سلامہؓ
۷۔	حضرت مصعب بن عمیرؓ	حضرت ابوایوب خالد بن زیدؓ

۸۔	حضرت عمار بن یاسرؓ	حضرت حذیفہ بن الیمانؓ
۹۔	حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ	حضرت عباد بن بشرؓ
۱۰۔	حضرت بلال بن رباحؓ	حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمیؓ
۱۱۔	حضرت سلمان الفارسیؓ	حضرت ابوالدرداءؓ
۱۲۔	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	حضرت سعد بن معاذؓ
۱۳۔	حضرت عبیدۃ بن الحارث بن المطلبؓ	حضرت عمیر بن الحمام السلمیؓ
۱۴۔	حضرت عثمان بن مظعونؓ	حضرت ابوالہیثم بن التیہانؓ
۱۵۔	حضرت الارقم بن الارقم	حضرت طلحہ بن زید بن سہلؓ
۱۶۔	حضرت علیؓ بن ابی طالب	حضرت سہل بن حنیفؓ
۱۷۔	حضرت زید بن الخطابؓ	حضرت معن بن عدیؓ
۱۸۔	حضرت عمرو بن سراقہؓ	حضرت سعد بن زیدؓ
۱۹۔	حضرت عبداللہ بن مظعونؓ	حضرت قطبہ بن عامرؓ
۲۰۔	حضرت شماع بن وہبؓ	حضرت اوس بن خولیؓ
۲۱۔	حضرت عبداللہ بن جحش الاسدیؓ	حضرت عاصم بن ثابتؓ بن ابی اقلح
۲۲۔	حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ	حضرت سعید بن خثیمہؓ
۲۳۔	حضرت الطفیلؓ بن الحارث بن المطلب	حضرت مقدر بن محمد بن عقبہؓ
۲۴۔	حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ	حضرت معاذ بن ماعصؓ
۲۵۔	حضرت خباب بن الارتؓ	حضرت جبار بن صخرؓ
۲۶۔	حضرت صہیب بن سنانؓ	حضرت الحارث بن الصمہؓ
۲۷۔	حضرت عامر بن ربیعہؓ العنزی	حضرت یزید بن المقدرؓ
۲۸۔	حضرت سعید بن زید بن عمروؓ	حضرت رافع بن مالکؓ
۲۹۔	حضرت وہب بن سرحؓ	حضرت سوید بن عمروؓ
۳۰۔	حضرت معمر بن الحارثؓ	حضرت معاذ بن عفراءؓ
۳۱۔	حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ	حضرت عمرو بن معاذؓ

۳۲۔ حضرت زید بن حارثہؓ حضرت اسید بن حضیرؓ

مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے حل کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پالیسی کے تین اصول نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ ۱۔ باقاعدہ منصوبہ بندی، ۲۔ ترجیحات کا تعین اور ۳۔ حصول مقاصد کے لئے عملی جدوجہد۔ مواخاۃ کا عمل بھی آپ ﷺ کی منصوبہ بندی کا حصہ تھا اور ہجرت کے بعد ترجیحات میں سرفہرست تھا۔ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سب سے اہم مسئلہ مدینہ منورہ کا دفاع اور مہاجرین کی آبادکاری تھا۔ دفاعی سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اور بہت سے اقدامات کئے ان میں ایک اہم اقدام امت مسلمہ کی وحدت اور یکجہتی بھی تھا۔

مدینہ منورہ ہجرت سے قبل خانہ جنگی کا شکار تھا، شہر مدینہ جو چھوٹی چھوٹی بہت سی آبادیوں کا مجموعہ تھا، مختلف جنگی قبائل میں بٹا ہوا تھا۔ یہاں کی باہمی جنگوں میں عبداللہ بن اُبی بن سلول نے اپنے آپ کو کسی حد تک غیر جانبدار رکھ کر اس بات کے لئے راہ ہموار کرلی تھی کہ مدینہ منورہ کے عرب و یہودی قبائل اسے اپنا قائد تسلیم کرلیں اور اسے مدینہ کا حکمران مان لیں تاکہ وہ اس خطے میں امن قائم کرے۔ کچھ قبائل جو خانہ جنگی سے تنگ آئے ہوئے تھے وہ اسے حکمران بنانے پر تیار ہوگئے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن اُبی نے اپنی تاج پوشی کے لئے تیاریاں بھی شروع کردی تھیں۔ ہجرت کی وجہ سے اس کا حکمرانی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ شائد اس وجہ سے عبداللہ بن اُبی کا رویہ شروع سے ہی اسلام کے ساتھ معاندانہ رہا، وہ کھل کر ظاہری طور پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت نہ کرسکا لیکن خفیہ طور پر امت مسلمہ کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع اس نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

مہاجرین جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے تو انصار اور مہاجرین میں جو تہذیبی فرق تھا عبداللہ بن اُبی اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجرین کا تعلق عدنانی عربوں سے تھا یہ لوگ مکہ مکرمہ اور حجاز کے صحرائی علاقوں میں آباد تھے، ان کی تمام عادات واطوار میں صحرائی اقوام کے اثرات تھے، صحرا کی آزاد اور بدویانہ زندگی کے یہ لوگ دلدادہ تھے، ان کی تہذیب و تمدن اور رسوم و رواج میں صحرائی تہذیب ہی رچی بسی ہوئی تھی۔ صحرا کی آزادانہ زندگی کے ساتھ ہی اہل مکہ نے اپنا شہری نظام وضع کرلیا تھا اور معاش کے لئے تجارت اور شکار پر بھروسہ کرتے تھے۔ تجارت کو انہوں نے زیادہ بہتر طور پر منظم کرلیا تھا۔

انصار میں زیادہ تر اوس اور خزرج کے قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے، یہ لوگ صدیوں سے زراعت پیشہ چلے آرہے تھے۔ مدینہ منورہ میں آباد ہونے سے قبل یہ لوگ یمن میں آباد تھے۔ وہاں بھی زراعت اور کاشتکاری ان کا پیشہ تھا۔ یمن میں آباد عربوں نے زراعت میں بہت ترقی حاصل کرلی تھی۔ انہوں نے اپنی زمینوں کی آبادکاری کے لئے ایک عظیم الشان بند تعمیر کیا تھا جو تاریخ میں سد مآرب کے نام سے مشہور ہے۔ پانی کی کثرت اور زرخیز زمینوں کی وجہ سے یہ لوگ خوشحال تھے۔ قرآن حکیم میں بھی ان کی خوشحالی اور زراعت کی طرف اشارہ ملتا ہے اور ان کے تعمیر کردہ بند مآرب کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ بند بعد میں ایک طوفانی سیلاب سے تباہ ہوگیا تھا جس کی وجہ سے زبردست سیلاب آیا اور اہل یمن کے بہت سے زراعت پیشہ لوگوں کو ترک وطن کرنا پڑا۔ یہ لوگ یمن سے نکلے تو ایسی جگہوں پر جاکر آباد ہوئے جہاں قابل کاشت زمینیں تھیں اور آب پاشی کے لئے پانی موجود تھا۔ ان میں کچھ لوگ مدینہ منورہ آکر آباد ہوگئے اور یہاں زراعت میں مصروف ہوگئے۔ ان لوگوں کی تہذیب و ثقافت میں متمدن اور متمول قوموں کے اثرات تھے۔ ان کی تہذیب زرعی تہذیب تھی جو صحرا کی تہذیب و تمدن سے مختلف تھی۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ان دو تہذیبوں کا اجتماع ہوگیا تھا۔ ایک صحرائی تہذیب تھی تو دوسری تہذیب کا تعلق زرعی تہذیب سے تھا۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے معاونین اس تہذیبی اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے جو منصوبہ بندی فرمائی تھی اس کا ایک حصہ یہ تھا کہ انصار و مہاجرین کے مابین اس تہذیبی اختلاف کو جلد از جلد ختم کیا جائے، اور کسی گروہ کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ اس اختلاف سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھاسکے۔ چنانچہ مواخاۃ کے عمل کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انصار و مہاجرین مل جل کر ایک ساتھ رہیں، ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھیں اور ایک دوسرے کی اچھی عادات واطوار کو اپنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تربیت کے ذریعے ان حضرات کا عقیدہ اس قدر مضبوط کردیا تھا کہ اس کی بنیاد پر ایک نئی تہذیب وجود میں آنے لگی اور انصار و مہاجرین کے مابین تہذیبی اختلاف بتدریج ختم ہوگیا، عبداللہ بن اُبی اور اس کے گروہ کے علاوہ یہودی بھی اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے درمیان باہمی نسلی تعصب کو ابھار کر یا مقامی اور غیر مقامی کے مسئلے کو اٹھاکر ایک دوسرے سے لڑادیا جائے لیکن منافقین اور یہودیوں کی یہ کوششیں کامیاب نہیں ہوسکیں، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا،

چنانچہ آپ نے مواخاۃ کرا کے منافقین کی اس قسم کی سازشوں کا سدباب کردیا۔

مواخاۃ اولی ہو یا مواخاۃ ثانیہ، اس منصوبے کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اس کے ذریعے موالی (آزاد شدہ غلام) کی ذہنی و فکری تعلیم و تربیت کا ایسا اہتمام کیا جائے کہ وہ لوگ جو صدیوں سے ذہنی و فکری پستی کا شکار چلے آرہے تھے، انہیں آزاد لوگوں کے ہم پلہ کیا جائے اور غلامی نے جو ان کی فکر، اور نفسیات کو متاثر کیا ہوا تھا وہ ختم ہو جائے تاکہ یہ لوگ بھی معاشرے میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔

غلامی کی تاریخ پر نظر رکھنے والے افراد اچھی طرح جانتے ہیں کہ جن لوگوں کے ساتھ مال و متاع کا سا سلوک کیا جاتا ہو اور جو آزاد فکری سے محروم رکھے گئے ہوں ان کی ذہنی و فکری سطح کس قدر پست ہو جاتی ہے۔ جدید دور میں بھی بھارت میں ایسے گروہ ملتے ہیں جنہیں نیچی ذات قرار دے کر دھتکار دیا جاتا ہے اور انہیں نسلی طور پر کمتر قرار دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوتا ہے اس وجہ سے نیچی ذات کے بہت سے افراد احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اور ذہنی و فکری اعتبار سے بہت پیچھے ہوتے ہیں، ان لوگوں کو سامنے رکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو جسمانی طور پر غلام چلے آرہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آزاد شدہ غلاموں کی تعلیم و تربیت کی بہت فکر تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ لوگ احساس کمتری کے جال سے نکل آئیں اور فطرت نے انہیں جو صلاحیتیں عطا کی ہیں انہیں اجاگر کیا جائے تاکہ یہ لوگ بھی اس قابل ہو جائیں کہ وہ کردار ادا کر سکیں جو قائدانہ صلاحیت رکھنے والے آزاد لوگ ادا کر رہے تھے۔

موالی کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کچھ کو ایسے لوگوں کے ساتھ مواخاۃ میں منسلک کیا تھا جو قریش میں نمایاں قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ مثلاً حضرت بلالؓ بن رباح کو عبیدۃ ابن الحارث کا بھائی بنادیا گیا۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ کو حضرت ابو عبیدہؓ کا بھائی بنایا گیا۔ مدنی مواخاۃ میں حضرت سالمؓ کو حضرت معاذ بن ماعص کا بھائی بنایا گیا تھا۔ حضرت صہیب بن سنانؓ حضرت الحارث بن الصمہ کے بھائی قرار پائے تھے، حضرت خباب بن الارت حضرت جبار بن صخر کے بھائی بن گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ حضرت اُسید بن حضیر کے بھائی قرار پائے تھے، ان حضرات کو آزادی اور مساوات کی بنیاد پر آزاد لوگوں کی صحبت میں رہنے اور ان کے ساتھ افکار و خیالات کا تبادلہ کرنے

سے نفسیاتی طور پر زبردست تبدیلی آئی، ان کی ذہنی و فکری سطح بلند ہوئی اور غلامی کے اثرات دھل گئے، ان کے عزائم اور طبیعت میں قائدین کا سا ولولہ پیدا ہو گیا، خیالات میں وسعت و بلندی پیدا ہوئی اور بہت جلد یہ لوگ اعلیٰ درجے کی قائدانہ صلاحیتوں کے مالک بن گئے۔ حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام کا مقام تو اس قدر بلند ہوا کہ اس کا اندازہ حضرت عمرؓ کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنی وفات کے وقت حضرت سالم کے بارے میں فرمایا تھا:

کاش اگر آج سالم مولی ابی حذیفہؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کر دیتا۔(۹)

حضرت عمرؓ کے ان الفاظ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت سالم میں کس قدر تبدیلی آ گئی تھی کہ وہ بہت سے آزاد اور نمایاں حیثیت رکھنے والوں سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ منصب خلافت کوئی معمولی عہدہ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں سالمؓ میں وہ تمام صلاحیتیں پیدا ہو گئی تھیں جو اس عظیم الشان منصب کے لئے ضروری ہیں۔ نو آزاد غلاموں میں اتنا بڑا انقلاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا۔ اسلامی نظام زندگی ہی یہ عظیم الشان انقلاب پیدا کر سکتا تھا۔ عہد نبوی کے بعد بھی یہی اسلامی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ موالی کو اسلامی معاشرے میں وہ تمام سہولتیں میسر تھیں جو کسی بھی آزاد فرد کو حاصل ہو سکتی تھیں۔ سہولتوں سے زیادہ اہم مسئلہ معاشرے میں ان کے ساتھ سلوک اور طرز عمل کا ہے۔ اسلامی معاشرے میں ان کے ساتھ باعزت سلوک ہوتا تھا، ان کی عزت نفس اور وقار کا پورا پورا خیال رکھا جاتا تھا اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ علم و فکر کے میدان میں موالی نے شاندار خدمات انجام دیں، چند مثالوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلم معاشرے میں انہیں کیا مقام حاصل رہا اور انہوں نے کس طرح اپنا کردار ادا کیا۔ مثلاً مدینہ منورہ میں حضرت نافع مولی عبداللہ بن عمرؓ امام مالکؒ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، مکہ مکرمہ میں عطاء بن رباح یمن میں حضرت طاؤس بن کیسان، بصرہ میں حضرت حسن البصری، خراسان میں ضحاک بن مزاحم، شام میں امام مکحولؒ، مصر میں یزید بن حبیبؒ، جزیرہ میں میمون بن مہران وغیرہ۔ اسی طرح مجاہد بن جبیر، سعید بن جبیر، عکرمہ مولی عبداللہ بن عباس، یہ وہ حضرات ہیں جو علم حدیث اور علم تفسیر کے آئمہ شمار ہوتے ہیں، ان کے بغیر علم حدیث اور علم تفسیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بڑے بڑے حکمران اپنے بچوں کو حصول علم کے لئے ان کے پاس بھیجنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ مجاہد بن جبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تیس مرتبہ قرآن کریم

پڑھا، تین مرتبہ تو اس طرح پڑھا کہ ایک ایک آیت پر رک کر اس تفسیر کی وضاحت معلوم کی اور مقام و کیفیت نزول کے بارے میں علم حاصل کیا۔ ابو زناد عبدالرحمٰن بن ذکوان موالی میں سے تھے، یہ بھی حضرت امام مالکؒ کے اساتذہ میں رہے ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہیں عراق میں وصولی خراج کا افسر اعلیٰ مقرر فرمایا تھا۔ عبدالملک بن الماجشون بنو تیم کے موالی میں سے تھے، علم فقہ میں ان کا اہم مقام تھا۔ شرحبیل بن سعد بھی آزاد کردہ غلام تھے سیرت و فتاویٰ میں ان کو بلند مقام حاصل ہے۔ سعید بن جبیرؒ نے جمع و تدوین حدیث و آثار پر بڑا کام کیا ہے۔ ابو عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۳۰ھ) بنو ازد کے غلام تھے، بعض نے انہیں انصار کا غلام لکھا ہے۔ یہ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم تھے، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ان میں سب سے زیادہ شہرت کتاب الاموال کو حاصل ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا کہ مواخاۃ کے عمل نے آزاد و غلام کے درمیان فرق کو ختم کر کے نفسیاتی طور پر موالی کی تعلیم و تربیت کے لئے بہترین ماحول مہیا کر دیا تھا۔

مواخاۃ کا ایک پہلو معاشی مسائل کا حل بھی تھا، مہاجرین مکہ مکرمہ سے ترک وطن کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہ لوگ اپنا تمام مال و متاع مکہ مکرمہ چھوڑ آئے تھے، مدینہ منورہ میں اُن کی آبادکاری کا مسئلہ تھا، نیز شہر مدینہ کے وسائل محدود تھے، چند سو مہاجرین کی آمد سے یہاں معاشی مشکلات بڑھ گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مسائل کو احسن طریقے پر حل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کے ذریعے غریب مہاجرین کو وقتی طور پر انصار کے اموال میں شریک کر دیا گیا، وفات کی صورت میں ایک دوسرے کی وراثت میں بھی شریک قرار دیئے گئے، اس عمل کا فوری طور پر اقتصادی فائدہ تو یہ ہوا کہ بے خانماں مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ حل ہو گیا۔

مدینہ منورہ کے معاشی وسائل کو وسعت دینا بھی آپ ﷺ کے منصوبے کا حصہ تھا، اہل مدینہ (اوس و خزرج) زراعت پیشہ لوگ تھے ان کی ساری معاشی جدوجہد زراعت تک محدود تھی، تجارت اور اس کے اصول و ضوابط سے یہ لوگ ناواقف تھے۔ مدینہ منورہ میں تجارتی سرگرمیاں محدود تھیں ان پر بھی مکمل طور پر یہودیوں کا قبضہ تھا، اوس و خزرج کے لوگ عام طور پر یہودیوں کے مقروض رہتے تھے، یہودی انہیں سود پر قرضہ دیا کرتے تھے۔ عمل مواخاۃ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انصار و مہاجرین ایک دوسرے کے معاشی تجربات اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں، مہاجرین نے انصار کے تعاون سے یہاں نہ صرف تجارتی سرگرمیاں شروع کیں بلکہ زراعت کو بھی

بہتر بنانے کی کوششیں کیں۔

قرآن کریم نے تجارت کے ذریعے حصول معاش کو اپنی نعمت اور فضل قرار دیا اور لوگوں کو آمادہ کیا کہ تجارت کو فروغ دیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کو حصول معاش کا ذریعہ بنایا۔ دوسری طرف زراعت کو اس قدر اہمیت دی کہ ایک پودا لگانا بھی عبادت قرار پایا، اور اس کا پھل خواہ انسان کھائے، پرندہ یا چوپایا، درخت کو لگانے والے کے لئے صدقہ قرار دیا گیا۔(۱۰)

انصار و مہاجرین کی مشترکہ کوششوں سے مدینہ منورہ کے معاشی وسائل میں اضافہ ہوا اور جلد ہی تجارت پر یہودیوں کی اجارہ داری بھی ختم ہو گئی۔ اس طرح مواخاۃ کا عمل معاشی مسائل کو حل کرنے اور معاشی بنیادوں کو از سر نو منظم کرنے میں بہت مفید اور موثر ثابت ہوا۔

مواخاۃ کا تعلیمی پہلو بھی اپنی جگہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخاۃ کے ذریعے مدینہ منورہ کے ہر مسلم گھرانے کو ایک تعلیمی ادارے میں ڈھال دیا تھا۔ دراصل تعلیم کے میدان میں مہاجرین اور انصار کے درمیان فرق پیدا ہو گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فرق کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ اہل مکہ تیرہ برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے، انہوں نے مکی دور میں بھی نزول وحی کا مشاہدہ کیا تھا وہ مقامات وحی سے بھی واقف تھے، یہ لوگ تیرہ برس تک وحی کی تعبیر و تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے رہے اور یہ تمام عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارا۔ آپ ﷺ کے اعمال و اقوال کو دیکھتے اور سنتے رہے، اور انہیں اپنی زندگی میں منتقل کرتے رہے۔ صحابہ کرام صرف عمل ہی کو اپنے اندر منتقل نہیں کرتے تھے بلکہ جذبات و احساسات کو بھی منتقل کرتے تھے۔ اس صحبت کی وجہ سے ان کے اعمال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی روح جھلکتی تھی۔ اس تقدم ایمانی کی وجہ سے انہیں علم کے میدان میں بھی سبقت حاصل تھی اور مہاجرین و انصار سے تیرہ برس آگے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ معرفت و علم کا یہ فرق ختم ہو جائے اور مہاجرین کے پاس جو مکی دور کا علم ہے وہ تمام کا تمام انصار کو منتقل ہو جائے تاکہ نہ صرف یہ کہ شرح تعلیم میں اضافہ ہو جائے بلکہ مسلم معاشرے کے تمام افراد کی ذہنی و فکری صلاحیتوں کو بھی نشو و نما دیا جا سکے۔ مواخاۃ کے عمل کی وجہ سے ہر گھر غیر رسمی تعلیمی ادارے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ مہاجرین نے نہ صرف یہ کہ مکی دور کے علم وحی کو انصار تک منتقل کیا بلکہ وہ علم و تجربہ بھی منتقل کیا

جو انہیں تجارت کے میدان میں حاصل تھا۔ اسی طرح صنعت و زراعت سے متعلق جو علم اہل مدینہ کے پاس تھا مہاجرین نے وہ ان سے حاصل کیا۔ اس طرح علم و ہنر کے میدان میں بہت بڑی تبدیلی آئی اور یہ امی قوم جلد ہی علمی و فکری میدان میں دنیا کی قیادت کے لئے تیار ہو گئی۔

مندرجہ بالا گفتگو سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مواخاۃ کا عملی اقدام بہت کامیاب رہا، اس لئے کہ انصار و مہاجرین کے اس قریبی تعلق اور باہمی اخوت و محبت اور تعاون سے ایک نئی تہذیب اور نیا تمدن وجود میں آیا وہ تہذیب و تمدن جس کی بنیاد اسلامی عقائد، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ تھے۔ یہ عقیدہ کی قوت اور جذبہ عمل ہی تھا جس نے انصار کے دلوں میں اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے بے پناہ قربانیوں کا جذبہ پیدا کیا۔ انصار کی جانب سے جذبہ قربانی کو قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط (۱۱)

وہ اپنے بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔

انصار کے لئے قرآن کریم کی یہ شہادت باعث سعادت و صد افتخار ہے۔

مواخاۃ کا عمل آج بھی دہرایا جاسکتا ہے۔ اس کا صرف ایک پہلو یعنی وراثت میں بھی شریک ہونا قرآن کریم نے منسوخ کر دیا تھا، لہٰذا اب وراثت میں تو شریک نہیں کیا جاسکتا، البتہ مال و متاع میں بے خانماں مہاجرین کو شریک کر کے ان کے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔ آج بوسنیا، کوسوو، کشمیر، افغانستان اور بہت سے علاقوں کے مسلمان معاشی، معاشرتی، تہذیبی و تمدنی مسائل کا شکار ہیں برما، فلپائن اور بعض دیگر علاقوں میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا ہوا ہے۔ بعض علاقوں میں مسلمان بچوں کے لئے تعلیم و تربیت کے مسائل ہیں۔ کہیں کفار کے سیاسی و معاشی غلبے کی وجہ سے تہذیبی مشکلات درپیش ہیں کہیں علمی و تہذیبی غلبے نے مسائل پیدا کئے ہوئے ہیں، امت مسلمہ کو ان مشکلات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اپنی ذمہ داریوں اور اپنے فرائض کا احساس کرنا چاہئے اور مواخاۃ کے ادارے کا احیاء کرنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تو ہر دور اور ہر زمانہ میں واجب العمل ہے۔ ہماری رائے میں اسلامی کانفرنس کی تنظیم (O.I.C) کو اس سلسلہ میں قدم اٹھانا چاہئے، اور اجتماعی طور پر امت مسلمہ کے معاشی و معاشرتی مسائل حل

کرنے کے لئے سیرت طیبہ سے روشنی حاصل کرنا چاہئے، اس لئے کہ سیرت طیبہ کی پیروی میں ہی ہماری نجات وکامیابی کا راز مضمر ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ السمہودی، وفاء الوفاء / احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۹۳ھ / ج۔۱ / ص۲۶۶،

۲۔ ابن حبیب، المحبر / المکتب التجاری، بیروت / ص۷۰،

۳۔ البلاذری، احمد بن یحییٰ / انساب الاشراف، تحقیق محمد حمید اللہ / دار المعارف، مصر ۱۹۵۹ء / ج۔۱ / ص۲۷۰، ابن حبیب / المحبر ۷۰، ۷۱،

۴۔ السمہودی، وفاء الوفاء، / ج۱ / ص۲۶۶،

۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ / بیروت / ج۲ / ص۱۵۱۔۱۵۳،

۶۔ البلاذری، / انساب الاشراف / ج۔۱ / ص۲۷۰، ۲۷۱،

۷۔ ابن حبیب، المحبر، ص۷۱، ۷۵،

۸۔ ابن سید الناس / عیون الاثر، دار لمعرفہ، بیروت / ج۔۱ / ص۲۰۰۔۲۰۲،

۹۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ / ج۲ / ص۲۴۶،

☆ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب / ج۲ / ص۶۸،

۱۰۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوامِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ (الجمعہ آیت۱۰) وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ۔ (فاطر، آیت ۱۲)،

☆ صحیح بخاری میں ہے مامن مسلم یغرس غرسا فیاکل منه طیر اوانسان اوبهیمة الاکان له به صدقة۔ (حدیث نمبر ۲۳۲۰)

۱۱۔ سورۃ الحشر ۵۹، آیت ۹،